ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE: 2789-8784

ZAUQ-E-TAHQEEQ
www.Zauq-e-Tahqeeq.com
etitor@zauq-e-tahqeeq.com

ISSN PRINT: 2789-8776
ISSN ONLINE:2789-8784
Volume.5,Issue No.3(2023)
(October to December)

شاہ ولی اللہ کے نظریات کا تجزیاتی مطالعہ

An Analytical Study of Shah Waliullah's Ideas

ڈاکٹر صائمہ علی

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، ایجوکیشن یونیورسٹی، لوئر مال کیمپس، لاہور

ڈاکٹر راحیلہ کوثر

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اُردو، منہاج یونیورسٹی، لاہور

Dr. Saima Ali

Associate Professor,Department of Urdu, Educations University,Lower Mall Campus.Lahore

Dr. Rahila Kousar

Assistant Professor,Department of Urdu, Minhaj University, Lahore-

Abstract:

The most important achievement of Shah Waliullah on the intellectual and academic level is the Persian translation of the Holy Quran. This initiative is also the result of your non-taqlid thinking, although before that there is a translation by the name of Sheikh Saadi, whose status is suspicious towards Saadi, and a translation of the Holy Quran by Qazi Shahabuddin, but they were not accepted by the public. Shah Sahib felt that the Holy Quran should be translated into the learned language of the people of India (which was Persian at that time), so that people could understand it and follow it. At that time, this work was also attributed to the impoliteness of the Holy Quran, but Shah Waliullah did not give up his intention and completed this translation in 1737, five years after returning from Hajj, and made it clear to the people that the Holy Quran was therefore It was not revealed that we should recite it like a mantra like other nations, but it was revealed for guidance, for which it is necessary to understand it in our own language.

Keywords: Shah Waliullah, Holy Quran, Qazi Shahabuddin, impoliteness, ranslations, tendency, Israeli traditions

سوانحی حالات

شاہ ولی اللہ اٹھارویں صدی کے ہندوستان کے سیاسی و معاشرتی انحطاط میں اُمید کا مرکز بن کر سامنے آئے جنھوں نے علمی اور عملی اقدامات سے اپنے زمانے کے حالات کو اثر انداز کیا۔ آپ ممتاز علم شاہ عبدالرحیم کے گھر ان کی دوسری بیوی کے بطن سے پیدا ہوئے۔ آپ کا اصل نام قطب الدین احمد رکھا گیا۔ آپ کے علمی کمالات میں آپ کے والد کی تربیت کا بڑا اثر ہے وہ اپنے ہم عصر علما کے برخلاف اجتہادی ذہن اور مجددانہ سوچ رکھتے تھے۔ آپ کے "مدرسے رحیمیہ" نے علم حدیث کے فروغ میں نمایاں کام کیا۔

ان کے علمی مرتبے کے پیش نظر اورنگ زیب نے "فتاوی عالمگیری" کی ترتیب کے لیے انھیں بھی دعوت دی۔ آپ درباری ماحول سے گریزاں تھے مگر والدہ یک حکم پر اس میں شامل ہوے لیکن اپنے مرشد خلیفہ ابوالقاسمی کی ناپسندگی کی وجہ سے جلد اس منصوبے سے الگ ہو گئے۔ شیخ عبدالرحیم کی غیر روایتی سوچ اور وسیع الخیالی نے شاہ ولی اللہ کی ذہنی تعمیر میں حصہ لیا اکثر امور میں انھوں نے اپنے والد کے کام کو ہی آگے بڑھایا۔ شیخ عبدالرحیم خود صاحب تصنیف نہ تھے یوں "ان دونوں صاحبان کے درمیان سقراط اور افلاطون سے ملتا جلتا تعلق بنتا نظر آتا ہے۔"(۱)

شاہ ولی اللہ بچپن سے غیر معمولی ذہانت کے حامل تھے۔ دس برس کی عمر میں شرح ملا جامی پڑھ لی، پندرہ برس کی عمر میں علوم متداولہ پر عبور حاصل کر لیا۔ صرف سولہ سال کی عمر میں داغ یتیمی کے ساتھ والد کے مدرسے کا انتظام سنبھالا۔ بارہ سال درس و تدریس سے وابستہ رہے۔ ۱۷۳۱ء میں آپ حج کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے جہاں اس مقدس فریضے کی ادائیگی کے ساتھ آپ نے علمی سلسلہ بھی جاری رکھا۔ آپ نے ہندوستان میں علم حدیث مولانا محمد افضل سیالکوٹی سے پڑھا تھا حجاز میں اس کی سند شیخ محمد ابوطاہر سے لی۔ آپ شیخ ابوطاہر کے علم و فضل کے بڑے مداح تھے ان کی صحبت میں آپ نے بہت کچھ سیکھا اگرچہ شاہ صاحب خاندانی طور پر حنفی مسلک سے وابستہ تھے جبکہ ابوطاہر شافعی تھے۔ ان کے اثر سے شاہ صاحب کے ہاں شافعی مسلک کا فیض بھی نظر آتا ہے چونکہ سب سے زیادہ پیروانہی دونوں فقہ کے ملتے ہیں اس لیے شاہ صاحب کی خواہش تھی کہ دونوں کے مسائل کو حدیث نبوی کے مجموعوں سے مقابلہ کر کے دیکھا جائے اور جو باتیں دونوں میں ثابت ہوں انھیں رکھا جائے اور مسئلے میں دونوں قول تسلیم کیے جائیں۔(۲)

سیاسی خطوط

علم کے ساتھ آپ سیاسی میدان میں بھی فعال رہے۔ اس وقت ہندوستان کی سیاسی حالت بہت دگرگوں تھی، مغل حکومت کی نااہلی اور کمزوری کا فائدہ اٹھا کر سکھ، مرہٹے اور جاٹ عوام کا چین حرام کیے ہوئے تھے یہ صورت حال کر دیکھ کر شاہ صاحب نے تماشائی بننے کے بجائے عملی قدم کا سوچ اور اپنے والد شاہ عبدالرحیم کے نقش قدم پر چلتے ہوئے (جنھوں نے ہندوستان کی حالت کے پیش نظر نظام الملک اور آصف جاہ کو خطوط لکھ کر ہندوستان کے حالات میں اپنا کردار ادا کرنے کی دعوت دی تھی) پہلے افغانستان کے روہیلہ سردار نجیب الدولہ کو خط لکھا جو افغانستان کے حکمران احمد شاہ ابدالی کے قریب تھا پھر اس کے ذریعے احمد شاہ ابدالی سے ہندوستان پیش قدمی کے معاملے میں خط کتابت کی۔ خلیق احمد نظامی کے مطابق:

"پانی پت کا میدان کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ کا سجایا ہوا تھا۔"(۳)

ابدالی کے ہندوستان پر حملے کو شاہ صاحب کے خطوط کا نتیجہ قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن تاریخ کا مطالعہ کریں تو یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ ابدالی اس سے پہلے کئی بار ہندوستان پر حملہ کر چکا تھا۔ قاضی جاوید اس ابدالی حملے کا ذمہ دار شاہ صاحب کے خطوط کو قرار نہیں دیتے ان کے مطابق:

> " ابدالی اس سے پہلے ہندوستان پر پانچ مرتبہ لشکر کشی کر چکا تھا اور پانچویں حملے کی دعوت خود عالم گیر ثانی نے نجیب الدولہ کی وساطت سے دی تھی جو اپنے باغی امرا سے نجات چاہتا تھا۔ چانچہ اس صورت حال میں شاہ صاحب کی دعوت محض ضمنی حیثیت رکھتی تھی۔"(۴)

اگر چہ شاہ صاحب نے اپنے خطوط میں ابدالی کو خبر دار کیا تھا کہ اس حملے سے نادر شاہی حملے کی طرح مسلمانوں کی املاک اور خوش حالی کو نقصان نہیں پہنچنا چاہیے۔ شاہ ولی اللہ نے نجیب الدولہ کو جو سات خطوط لکھے ان میں بارہا اسے نادر شاہی قتل عام اور بربادی کا حوالہ دے کر اس روش سے باز رہنے کی تاکید کی۔ وہ خطوط میں خدا اور رسول کا واسطہ دیتے نظر آتے ہیں۔

"خدا اور رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں۔ اگر اس بات کا خیال رکھا تو امید ہے کہ فتوحات کے دروازے کھلتے چلے جائیں گے اگر اس امر سے تغافل برتا گیا تو میں ۔۔۔۔۔۔ کہ "آہ مظلوماں" سد راہ مقصود نہ بن جائے۔"(۵)

ایک اور خط میں تنبیہ کے انداز میں لکھتے ہیں:

"ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواج شاہیہ کا گزر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمام کُلّی کرنا چاہیے کہ دہلی سابق دور کی طرح ظلم سے پامال نہ ہو جائے۔ دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں... پوری پوری تاکید کرنی چاہیے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں ہر گز تعارض نہ کرے والسلام۔"(۶)

شاہ صاحب کی درخوست کے باوجود ابدالی حملے سے اہل دہلی کی بربادی ہوئی۔ اس لیے سیاسی سطح پر شاہ صاحب کے خطوط کو کامیاب قرار نہیں دیا جاسکتا۔ حمزہ ابراہیم کے بقول:

"پانی پت کی تیسری جنگ کا فائدہ مظلوموں کو یا ہندوستان کے مسلمانوں کو نہیں ہوا بلکہ اس سے ایسٹ انڈیا کمپنی نے فائدہ اٹھایا کیونکہ جب مرہٹہ طاقت ختم ہو گئی تو ان کو چیلنج کرنے والا کوئی نہ رہا۔"(۷)

شاہ صاحب کی توقعات کے برعکس اس بار بھی اہل دلی کو خون کے آشام سے گزرنا پڑا۔ اگر چہ اس جنگ سے مرہٹوں کی قوت کو توڑنے میں مدد ملی لیکن ابدالی اور نجیب الدولہ، شاہ صاحب کے مطمح نظر کے مثالی حکمرانوں کی خصوصیات سے محروم تھے۔ اس لیے فکری سطح سے ہٹ کر سیاسی سطح پر شاہ صاحب بہت کامیاب نظر نہیں آتے۔ اس المیے کا ان پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ محض ایک سال بعد ۲۰ اگست ۱۷۶۲ کو خالق حقیقی سے جا ملے۔

ترجمہ قرآن کریم

فکری اور علمی سطح پر شاہ ولی اللہ کا سب سے اہم کارنامہ قرآن کریم کا فارسی ترجمہ ہے۔ یہ اقدام بھی آپ کی غیر تقلیدی سوچ کا نتیجہ ہے اگر چہ اس سے پہلے شیخ سعدی کے نام سے ایک ترجمہ جس کی حیثیت سعدی کی طرف مشتبہ ہے اور قاضی شہاب الدین کا ایک ترجمہ قرآن کریم ملتا ہے، لیکن انھیں عوام میں قبولیت نہیں ملی۔ شاہ صاحب نے یہ محسوس کیا کہ ہندوستان کے عوام کی علمی زبان (جو اس وقت فارسی تھی) میں قرآن کریم کا ترجمہ ہونا چاہیے، تاکہ لوگ اسے سمجھ کر اس پر عمل کر سکیں۔ اس زمانے میں اس کام کو کلام پاک کی بے ادبی پر بھی محمول کیا گیا لیکن شاہ ولی اللہ نے اپنا ارادہ نہ چھوڑا اور حج سے واپس آنے کے پانچ سال بعد ۱۷۳۷ء میں یہ ترجمہ مکمل کیا اور لوگوں پر واضح کیا کہ قرآن کریم اس لیے نازل نہیں ہوا کہ ہم دوسری قوموں کی طرح بنا سمجھے اسے منتر کی طرح رٹ لیں بلکہ یہ ہدایت کے لیے نازل ہوا۔ جس کے لیے اسے اپنی زبان میں سمجھنا ضروری ہے چنانچہ آپ کے عمل سے

قرآن کریم کے ترجمے نے رواج پایا اور دوسری زبانوں کے ترجموں کے لیے بھی راہ پیدا ہوئی۔ ترجمے کے ساتھ آپ نے قرآن کریم کی تفسیر "فوزالکبیر" بھی لکھی جس میں تفسیر لکھنے کے اصول وضوابط بھی بیان کیے ہیں۔ آپ ہر آیت کی شرح میں قصہ بیان کرنے اور اسرائیلی روایات نقل کرنے کے رجحان کو پسند نہیں فرماتے تھے۔ آپ کے نقش قدم پر چل کر آپ کے فرزند شاہ رفیع الدین ین قرآن کریم کا اردو ترجمہ بھی کیا۔

حدیث

حدیث کے ضمن میں بھی شاہ ولی اللہ کی خدمات آبِ زر سے لکھنے کے لائق ہیں۔ آپ سے پہلے عبدالحق محدث دہلوی نے اس پہلو پر کافی کام کیا لیکن شاہ جہاں اورنگ زیب کی علم پسندی نے قضا و افتا کے سلسلے کو پسند کیا اور حدیث پر کام قابلِ قدر نہ ہو سکا۔ شاہ صاحب نے علما کے ساتھ عوام کے لیے بھی احادیث کے مجموعے مرتب کیے مثلاً:

۱۔ چہل حدیث (چالیس احادیث کا مجموعہ)

۲۔ النوادر من الحدیث (عجیب وغریب، غیر معمولی احادیث)

۳۔ الدر الثمین فی مبشرات النبی کریم (خواب میں نبی کریمؐ سے احادیث)

۴۔ شرح تراجم ابواب بخاری

۵۔ شرح موطا

آپ امام مالک کے مرتب کردہ اور سب سے قدیمی مجموعہ حدیث "موطا" کے بڑے مداح تھے یہ آپ کا اجتہاد تھا کہ آپ اسے صحیح بخاری پر بھی ترجیح دیتے تھے۔[۸] اس لیے آپ نے عربی اور فارسی دونوں زبانوں میں "موطا" کی شرح لکھی۔

اصول فقہ

شاہ صاحب کو فقہ سے بہت زیادہ دلچسپی نہ تھی لیکن آپ نے اس علم کو علمی اور ٹھوس بنیادوں پر قائم کرنے کے لیے بہت محنت کی۔ اس سلسلے میں آپ کی بہترین کاوش مختصر رسالہ "انصاف فی بیان سبب الاختلاف" ہے جس میں عہد رسولؐ سے لے کر پانچویں صدی تک فقہ کی تدوین، کتب احادیث کی فراہمی اور مختلف مذاہب فقہی کے آغاز کی تاریخ بیان کی گئی ہے۔ اس مختصر کتاب میں ان تمام بنیادی مسائل کا ذکر ہے جن پر علما میں اختلاف ہوئے۔ مذاہب اربعہ یعنی حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی اختلافات کی توضیح کی گئی ہے۔ احادیث اور محدثین مثلاً بخاری، مسلم، ترمذی کے مجموعوں کی خصوصیات بیان کی گئیں ہیں۔ فقہ میں اختلافی مسئلہ تقلید اور عدم تقلید کا ہے۔ مذاہب اربعہ تقلید اور اہل حدیث عدم تقلید کے قائل ہیں۔ آپ چاروں مذاہب میں سے کسی ایک کی تقلید کرنے کے قائل ہیں لیکن صرف عوام کے لیے، علما و مجتہدین کے لیے وہ ایسی پابندی ضروری نہیں سمجھتے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ روایتی سوچ اور تنگ نظری کے مخالف ہیں۔ ان کا ماننا ہے کہ سردار انبیا ختم المرسلین کی طرح جزئیات کے معاملے میں تشدد نہیں کرنا چاہیے۔

تصوف

جس طرح شاہ ولی اللہ ہر معاملے میں وسعت نظر کے حامی ہیں تصوف میں بھی وہ کسی خاص گروہ یا عقیدے کے قائل نہیں۔ اگرچہ ان کا تعلق خاندان کے حوالے سے نقشبندیہ فرقے سے تھا لیکن وہ دوسرے مشہور صوفی سلسلوں سے بھی منسلک تھے۔

تذکروں کے مطابق آپ بیعت کے وقت چاروں خانوادوں یعنی قادریہ، سہروردیہ، چشتیہ اور نقشبندیہ کا نام لیتے بلکہ اپ کو شطاری سلسلے سے بھی کچھ تعلق تھا جو ان کے استاد ابو طاہر مدنی کی نسبت سے تھا۔ اگرچہ شطاری طریقے کے برعکس آپ نے شرع کی پوری پابندی کی لیکن فیض کے معاملے میں آپ وسعت آزادی کے قائل تھے۔ شاہ صاحب کو اس بات کا احساس تھا کہ تصوف کی یہ صورت ہندوستانی مزاج میں بس گئی ہے اس لیے انہوں نے بڑی حکمت سے تصوف کی بدعات کی نشاندہی کی وہ وہابی مسلک کی طرح سرے سے اس کے مخالف نہیں تھے پر وہ ہر حال میں انسانی خودی اور وقار کا اثبات چاہتے تھے۔ شیخ محمد اکرام اس پہلو کے متعلق لکھتے ہیں:

> ”شاہ صاحب نہ صرف مشائخ کے نقائص پر معترض بلکہ انتہائی نفی خودی کے مخالف تھے اور اقبال کی طرح اسے ملت اسلامیہ کے لیے سخت مضر سمجھتے تھے۔“(۹)

شاہ صاحب نے تصوف پر بھی جامع بحث کی آپ کی بصیرت نے تصوف میں شامل غیر اسلامی عناصر کی آمیزش کو خطرناک قرار دیا۔ وہ عام مروجہ تصوف اور متصوفین کے افعال سے سخت بیزار تھے عام لوگ جھاڑ پھونک، تعویذ، گنڈے، سحر و طلسم کو کرامات سمجھتے تھے اور ان چیزوں پر تصوف اور ولایت کی بنیادیں استوار کرنے والوں کو صوفی سمجھتے تھے۔ شاہ صاحب نے ان چیزوں کو باطل قرار دیا اور ہدایت کی کہ ایسے بدعتی پیروں کی بیعت ہرگز نہ کرو۔ آپ نے تصوف میں دو عقیدوں وحدالوجود اور وحدت الشہود کے درمیان بھی تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔

شیعہ سُنّی اتحاد

اس ضمن میں بھی شاہ ولی اللہ کی خدمات قابل قدر ہیں۔ اس باب میں وہ اپنے پیش روؤں سے مختلف اور برتر نظر آتے ہیں حتیٰ کہ مجدد الف ثانی جیسے بزرگ کے خیالات اس سلسلے میں متشدد ہیں۔ شاہ صاحب سمجھتے تھے کہ شیعہ سُنّی اختلافات کو ہوا دینے سے نہیں بلکہ ایک نقطۂ اتصال پر لانے سے ہی قوم میں اتحاد پیدا ہو گا۔ اس ضمن میں انہوں نے سب سے پہلے تو اس عقیدے کی مخالفت کی کہ شیعہ کافر ہیں پھر آپ نے اس اختلاف کی بنیادی وجہ حضرت علیؓ کے حقِ خلافت پر دلائل دیئے آپ کی کتاب ”ازالۃ الخفا“ میں چاروں خلفا کے حالات و کمالات موثر پیرائے میں بیان کیے جو دونوں طرف کے انتہا پسندوں کے اعتراضات کا صائب جواب تھے۔ آپ نے دونوں فرقوں کے درمیان نقطۂ اعتدال کے لیے خارجی اور باطنی خلافت کی ترکیب استعمال کی انہوں نے خلفائے ثلاثہ کی خلافت کو خارجی اور حضرت علی کی خلافت کو باطنی قرار دیا۔ اس کے ساتھ وہ یہ بھی واضح کرتے ہیں کہ مجموعی طور پر باطنی خلافت خارجی خلافت سے کم تر ہے۔ ۱۰ حضرت علی کی ذات سے آپ کو بے حد محبت تھی اپنی کتاب ”فیوض الحرمین“ میں لکھتے ہیں:

> ”میری طبیعت اور فکر کو جب اپنے حال پر چھوڑ دیا جائے تو دونوں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو فضیلت دیں گے اور دونوں کو حضرت سے شدید محبت ہے۔“(۱۱)

شاہ صاحب کی اس روش نے فرقہ وارانہ متشدد فکر کو کم کرنے میں مدد دی۔

حجۃ اللہ البالغہ

آپ کی سب سے اہم اور نمائندہ کتاب ہے جس میں آپ نے شریعت کے حقائق و اسرار بیان کیے ہیں۔ درحقیقت یہ کتاب علم الکلام کی روح رواں ہے جس کا مقصد اسلام کی حقیقت کو دلائل سے ثابت کرنا ہے۔

شاہ صاحب نے اس کتاب میں واضح کیا ہے کہ جو لوگ ڈرا دھمکا کر احکام شرعی کی تعمیل کراتے ہیں وہ دین کو صحیح طور پر نہیں سمجھتے۔ اسلام کے تمام احکام کسی نہ کسی دنیاوی یا روحانی مصلحت پر مبنی ہیں چونکہ ان مصلحتوں کی توضیح ہی اسلام کی حقانیت کے حق میں بہترین دلیل اور حجت ہے اس لیے اس کتاب کا نام انہوں نے "حجتہ اللہ البالغہ" رکھا۔ اس کتاب سے علم الکلام کو نئی راہیں ملیں۔ آپ نری تقلید پرستی کے خلاف تھے۔ شاہ ولی اللہ نے روایتی علما کے برعکس زندگی کے ہر شعبے کے مسائل پر قلم اٹھایا مثلاً معیشت کے بارے میں "حجتہ اللہ البالغہ" میں پر مغز نکات ملتے ہیں۔ شاہ صاحب کے مطابق نظام معیشت ایسا ہونا چاہیے جس کی بنیاد اعتدال پر ہو اس میں نہ عیش پسندی کی گنجائش ہو نہ افلاس اور فاقے کی آپ نے ہندوستان میں حکومتی زوال کی دو بڑی وجوہات بتائیں ایک ملکی خزانے پر تنگی، وہ اس طرح کہ لوگوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ کسی محنت بغیر خزانے سے روپیہ حاصل کریں۔ دوسری وجہ کاشت کاروں، بیوپاریوں اور پیشہ وروں پر بھاری محصول لگانا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاہ صاحب کی وسعت نگاہ زندگی کے ہر شعبے کو قریب سے سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہے۔ ان کے مطابق اگر اُمرا کی چیرہ دستیاں ہ روکی جائیں اور محنت کشوں کا استحصال جاری رہے تو عوام کے سامنے تشدد آمیز عمل کے ذریعے صورت حال کو تبدیل کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔ حقیقی اسلامی معاشرے میں تشدد، ظلم، استحصال اور ناانصافی کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ آپ نے جدید ماہرین معاشیات سے ایک صدی پہلے اس سائنسی نقطہ نظر کو پیش کیا تھا کہ اخلاق یا شعور کسی ماورائی وجدان کا نتیجہ نہیں بلکہ ان کا تعین گرد و پیش کے ماحول پر ہوتا ہے۔ مولانا عبید اللہ سندھی اس پہلو کے متعلق لکھتے ہیں:

> "ہم حیران رہ گئے جب اس قسم کے انقلابی پروگرام کے تمام حصے ہم نے حکیم الہند کی تصانیف میں جو کارل مارکس سے بہت پہلے گزرے ہیں نہایت بسط سے مدوّن پائے۔ امام ولی اللہ ۱۷۶۳ء میں فوت ہوئے اور کارل مارکس ۱۸۱۸ء میں پیدا ہوئے۔" (۱۲)

تصوف:

امام الہند نے تصور پر بھی جامع بحث کی آپ نے تصوف میں شامل غیر اسلامی عناصر کی آمیزش کو خطرناک قرار دیا وہ عام مروجہ تصوف اور متصوفین کے غیر شرعی افعال کو ناپسند کرتے تھے وہ لوگوں میں بڑھتی ہوئی ضعیف الاعتقادی کے مخالف تھے جو تعویذ گنڈے اور جادو کو کرامات میں شمار کرتے تھے۔ ان کے مطابق تصوف اور ولایت ان توہمات سے بلند ہے وہ بدعتی پیروں کی اندھی تقلید کو غلط سمجھتے تھے انہوں نے تصوف کے دو عقیدوں وحدت الوجود اور وحدت الشہود کے درمیان بھی تطبیق پیدا کرنے کی کوشش کی۔ وحدت الوجودی فکر میں مذہبی امتیازات اور حدود کو ہی ختم رکنے کی ترغیب ملتی تھی جبکہ وحدت الشہودی فکر نے امتیازات کو فروغ دیا ایسی صورت میں آپ نے دونوں گروہوں کی انتہا پسندی سے گریز کرتے ہوئے اعتدال کی راہ نکالی۔ آپ ابن عربی سے خالق اور مخلوق کی عینیت کا تصور منسوب کرنے کے حق میں نہیں تھے۔ وحدت الشہود اور وحدت الوجود کائنات کو دیکھنے کے دو مختلف زاویئے تھے دونوں مین سے کسی ایک کو صادق یا کاذب قرار نہیں دیا جاسکتا۔

مجموعی طور پر شاہ ولی اللہ کی ذات گرامی ایک تحریک کا درجہ رکھتی ہے۔ آپ نے اٹھارویں صدی میں ہندوستان کے سیاسی، معاشرتی، معاشیاور مذہبی اعتبار سے زوال پذیر مسلمانوں کو ایک مربوط فکری لائحہ عمل دیا ان کی فکر کا اہم پہلو ان کا ترکیبی رویہ ہے۔ انہوں نے ہمیشہ مختلف طبقہ فکر کے درمیان نقطۂ اتقال پیدا کرنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحب کی فکر کا سلسلہ ان کے بعد بھی جاری رہا

ان کے مدرسے کے ساتھ ان کے فرزندوں نے بھی ان کے کام کو آگے بڑھایا اس کی ایک کڑی ان کے صاحبزادے شاہ رفیع الدین کا قرآن کریم کا اردو ترجمہ ہے جس کے بعد اردو تراجم کی روایت شروع ہوئی۔

حوالہ جات

۱۔ قاضی جاوید، تاریخ و تہذیب، لاہور، فکشن ہاؤس، ۲۰۲۰ء، ص ۶۴

۲۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، لاہور، ادارہ ثقافت اسلامیہ، ۱۹۹۷ء، ص ۵۴۳

۳۔ خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات، لاہور، مکتبہ رحمانیہ، ۱۹۷۸ء، ص ۸

۴۔ قاضی جاوید، ہندی مسلم تہذیب، لاہور، تخلیقات، ۱۹۹۵ء، ص ۲۲۴

۵۔ خلیق احمد نظامی، شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات، ص ۲۱

۶۔ ایضاً، ص ۲۰

۷۔ حمزہ ابراہیم، احمد شاہ ابدالی حملہ آور یا ہیرو humkalam.com

۸۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ص ۵۶۳

۹۔ قاضی جاوید، ہندی مسلم تہذیب، ص ۲۴۲

۱۰۔ عبید اللہ سندھی، مولانا، شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک، لاہور، المحمود اکیڈمی، س۔ن، ص ۵۰

۱۱۔ ایضا، ص ۵۸۱

۱۲۔ شیخ محمد اکرام، رود کوثر، ص ۵۷۵

References in Roman Script:

1. Qazi Javed, Tareekh-o-Tahzeeb, Lahore, Fiction House, 2020, p.64
2. Sheikh Muhammad Ikram, Rood Kosar, Lahore, Idara Saqaft-e-Islamia, 1997, p. 543
3. Khaliq Ahmad Nizami,Shah Waliullah Dehlavi Kay Syasi Maktobaat, Lahore, Rahmaniya School, 1978, p.8
4. Qazi Javed, Hindi MuslimTahzeeb, Lahore, Creations, 1995, p. 224
5. Khaliq Ahmad Nizami, Shah Waliullah Dehlavi Kay Syasi Maktobaat, p. 21
6. Ibid, p.20
7. Hamza Ibrahim, Ahmed Shah Abdali attacked herohamkalam.com
8. Sheikh Muhammad Ikram, Rudkotsar, p. 563
9. Qazi Javed, Hindi Muslim, p. 242
10. Ubaidullah Sindhi, Maulana Shah Waliullah aur un ki Siyasi Khidmat, Lahore, Mahmoud Academy, Sun, p.50
11. Ibid, p. 581
12. Sheikh Muhammad Ikram, Rood Kosar, p. 575